اعلیٰ روحانی کمالات کے حصول کے لئے نمازِ تہجد اور دیگر نفلی عبادات بھی بجالانی چاہئیں

(فرمودہ ۱۷؍نومبر ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''آج لاؤڈ سپیکر بھی خراب ہے اور میری طبیعت بھی کچھ اچھی نہیں ہے ممکن ہے مَیں سب دوستوں تک اپنی آواز نہ پہنچا سکوں۔

اِس ہفتہ میں رمضان کا مبارک مہینہ ختم ہؤا ہے اور وہ شب بیداری جو بڑوں میں ہی نہیں بلکہ چھوٹوں میں بھی پائی جاتی تھی اس کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ بھی نظر آتا ہے لیکن اگر ہم حقیقت پر نگاہ ڈالیں تو درحقیقت رمضان ہمیں مجرم بنانے کے لئے آتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو جب تہجد پڑھنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ عُذر کرتے ہیں کہ ہماری آنکھ نہیں کھلتی۔ مگر رمضان میں روزوں کی خاطر اُن کی آنکھ کھل ہی جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ تو کُھل سکتی ہے مگر نفل اور فرض کا جو فرق ہے اس فرق کی وجہ سے لوگوں سے سُستی ہو جاتی ہے۔ رمضان کے روزے چونکہ فرض ہیں اس لئے تمام مومن ان دنوں رات کے وقت اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور تہجد کی نماز چونکہ نفل کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اس کی خاطر بعد میں اُٹھنا انسان پر گراں گزرتا ہے۔ پس رمضان ہماری اس کمزوری کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے اور اگر وہ ایک طرف ہم سے

عبادات کرواکے ہماری بعض اَور کمزوریوں کو دُور کرتا ہے تو دوسری طرف وہ ہم پر ہمارے نفس کی اس کمزوری کو ظاہر کرکے بتاتا ہے کہ ہمارا نفس حکم ماننے کے لئے تو تیار ہے مگر خوشی اور مرضی سے عبادت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض اس قسم کے جبری احکام نہیں ہوتے جیسے حکومتوں کے ہوتے ہیں۔ حکومتوں کے احکام کی جب کوئی شخص تعمیل نہیں کرتا تو اسی وقت گرفت شروع ہو جاتی ہے، مقدمات چلتے ہیں اور بالآخر اُسے سزا دے دی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فرائض ایسے نہیں ہوتے۔ بے شک قیامت کے دن ہر انسان اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کے متعلق جوابدِہ ہوگا مگر دُنیا میں ایسا نہیں ہوتا کہ جب کسی فرض کی ادائیگی میں کسی شخص سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو آسمان سے فرشتے اُتریں، اس کا مقدمہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش ہو اور اس کے جُرم کی اُسے سزا مل جائے۔ باوجود اس کے کہ اپنے دل میں ایمان رکھنے والا انسان سمجھتا ہے کہ یہ خدا کا فرض ہے کسی کی کوتاہی پر نہ فرشتے اُترتے ہیں نہ مقدمے ہوتے ہیں اَور نہ سزائیں ملتی ہیں مگر اس کا دل جانتا ہے کہ اگر مَیں نے خدا تعالیٰ کے کسی مقرر کردہ فرض کو چھوڑا تو مَیں اس کی نظروں سے گر جاؤں گا۔ اسی لئے جب کسی حُکم کے ساتھ فرض کا لفظ آتا ہے تو وہ اُسے پورا کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے مگر جب کسی نیکی کے کام کے ساتھ نفل کا لفظ آجائے تو وہ کہتا ہے اس کے بغیر بھی گزارہ ہوسکتا ہے۔

اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص فرائض کو پوری طرح ادا کر دے تو وہ خدا تعالیٰ کے سامنے بری الذمّہ ہو جاتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ فرائض کی ادائیگی نوافل کے بغیر پوری ہوتی نہیں۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں ہم آپ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں یوں آواز آنی شروع ہوئی جیسے گنگناہٹ کی ہوتی ہے اور ہمیں محسوس ہؤا کہ کوئی شخص آ رہا ہے۔ تیز چلنے کی وجہ سے کچھ اس کے کپڑوں میں سے آواز پیدا ہو رہی تھی اور کچھ آہستہ آہستہ وہ بولتا چلا آ رہا تھا اور ان دونوں آوازوں نے مِل مِلا کر ایک شور سا پیدا کیا ہؤا تھا۔ وہ کہتے ہیں تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک بدوی تمام صفوں کو چیرتا ہؤا آگے آیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو مخاطب کرتے ہوئے عرض کیا مَیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حُکم دیا ہے کہ ہم پانچ وقت نمازیں پڑھا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا اچھا مَیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کہا ہے کہ ہم اپنے مالوں میں سے ہر سال زکوٰۃ نکالا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ وہ کہنے لگا مَیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حُکم دیا ہے کہ ہم ہر سال ایک مہینہ کے روزے رکھا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اُس نے کہا مَیں آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ کہا ہے کہ ہم استطاعت پر حج کیا کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس پر اُس نے کہا مَیں بھی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں یہ تمام حُکم بجالاؤں گا اور ان میں نہ کچھ کمی کروں گا اور نہ ان میں کسی قسم کی زیادتی کروں گا۔[1] بیشک یہ ایک بدوی کا قول ہے مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تصدیق فرما دی اور فرمایا اگر اس نے اپنی اس بات کو پورا کر دیا تو وہ خدا تعالیٰ کے فضل کا مستحق ہو جائے گا۔ پس اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اگر کوئی شخص فرائض کو پوری طرح ادا کر دے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے انعامات کا مستحق ہو جاتا ہے مگر یہ امر کبھی نہیں بھُولنا چاہئے کہ فرائض کی کامل ادائیگی نوافل کے بغیر ناممکن ہے۔ ایک شخص زکوٰۃ دیتا ہے اور اپنی طرف سے پوری احتیاط کے ساتھ دیتا ہے مگر بسا اوقات اس کے اندازے میں غلطی ہو جاتی ہے اور اس نسبت سے وہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی جس نسبت سے زکوٰۃ کا ادا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو جو شخص اپنی طرف سے زکوٰۃ دینے کی پوری کوشش کرتا ہے اُس کے متعلق بھی اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ اس کے اندازے میں غلطی رہ جائے اور قیامت کے دن اسے معلوم ہو کہ فرض زکوٰۃ جو اس پر عائد تھی۔ اس کی ادائیگی پورے طور پر نہیں ہوئی بلکہ اس میں کمی رہ گئی ہے یا ایک شخص صرف فرض نماز ادا کرتا ہے۔ اب فرض نماز میں بھی صرف یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو یا تین یا چار رکعات جو مقرر ہیں وہ ادا ہو جائیں بلکہ رکعات کے ساتھ خلوص اور محبت اور خشیتِ الٰہی کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چیزیں بھی فرض نماز کا حصّہ ہیں، اس سے علیحدہ نہیں۔ اب فرض کرو ایک شخص چار رکعت فرض نماز ادا کر دیتا ہے مگر اس کے خلوص اور اس کی توجہ میں کمی رہ جاتی ہے تو گو وہ یہی سمجھے گا کہ مَیں نے فرض نماز

پوری طرح ادا کر دی مگر قیامت کے دن اُسے معلوم ہوگا کہ اس کی فرض نمازوں کی ادائیگی کامل نہیں بلکہ ناقص ہے۔ اسی طرح روزے انسان رکھتا ہی ہے مگر بعض دفعہ کئی قسم کی بے احتیاطیاں بھی ہوجاتی ہیں۔ مَیں نے ایک گزشتہ خطبہ میں ہی بیان کیا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے روزہ صرف اس امر کا نام نہیں کہ انسان بھُوکا پیاسا رہے بلکہ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان اور اپنے تمام جوارح کو قابو میں رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو خلافِ شریعت ہو۔[2] اب فرض کرو ایک شخص روزہ تو رکھ لیتا ہے مگر کسی کو گالی دے دیتا ہے یا کسی سے جھگڑ پڑتا ہے یا کسی کی غیبت سُن لیتا ہے یا کسی کا شکوہ کرنے لگ جاتا ہے تو اپنی طرف سے تو وہ یہی سمجھ رہا ہوگا کہ مَیں نے روزہ رکھا ہے مگر خدا تعالیٰ کے حضور اس کا وہ روزہ نہیں ہوگا۔ اب ممکن ہے وہ سمجھتا ہو کہ مَیں نے رمضان کے مہینہ کے تیس روزے رکھ لئے اور اپنے فرض کو کامل طور پر ادا کر دیا مگر قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو تو اُسے معلوم ہو کہ کسی سال کے اس کے ۲۹ روزے لکھے ہوئے ہوں، کسی سال کے ۲۸، کسی سال کے ۲۷ اور کسی سال کے ۲۶۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتے ہی شوق سے پوچھے گا کہ میرے روزے کہاں ہیں جو مَیں نے ہر سال رکھے اور جن میں مَیں نے ایک کی بھی کمی نہیں آنے دی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ اپنا رجسٹر دکھائے گا تو اس میں اس کے کسی سال کے ۲۸ روزے لکھے ہوئے ہوں گے، کسی سال کے ۲۷ اور کسی سال کے ۲۶ اور اس طرح کئی مہینوں کے فرضی روزوں میں اسے کمی دکھائی دے گی۔ حالانکہ اس کی نجات پورے تیس روزوں پر ہونی تھی۔ اسی طرح ایک شخص حج کرتا ہے مگر اس سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہوجاتی ہے۔ اب اس کا حج تو ہوجاتا ہے مگر وہ حج ناقص ہوتا ہے۔ حالانکہ اس پر جو حج فرض تھا وہ ناقص نہیں تھا بلکہ وہ حج تھا جو تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا گیا ہو مگر یہ کوشش کے باوجود تمام شرائط کو پورا نہیں کر سکا اور اس طرح اس کا حج ناقص ہوگیا تو چاروں فرائض میں باوجود اپنی طرف سے پوری کوشش کرنے کے کوئی نہ کوئی نقص رہ سکتا ہے اور اس طرح نجات کے لئے انسان کو بعض اور نیکیوں کی احتیاج باقی رہتی ہے لیکن اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دیتا ہے اور وہ ایک حج کی بجائے دو حج کر لیتا ہے یا کسی کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے اور وہ فرض زکوٰۃ کے علاوہ اَور دنوں میں بھی صدقہ وخیرات کرتا رہتا ہے یا

فرض نمازوں کے علاوہ وہ تہجداور دوسرے نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے تو قیامت کے دن جب اس کے فرض اعمال میں کمی واقع ہوگی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ اس بندے کا کچھ اَور بھی حساب ہمارے ذمہ ہے لاؤ یہ کمی وہاں سے پوری کر دیں۔ فرض زکوٰۃ میں کمی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارا یہ بندہ صدقہ و خیرات بھی کرتا رہتا تھا اس کمی کو وہاں سے پورا کر دیا جائے۔ فرض روزوں میں کسی قسم کی کوتاہی رہ گئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارا یہ بندہ فرضی روزے ہی نہیں رکھتا رہا بلکہ نفلی روزے بھی رکھتا رہا ہے یہ کمی وہاں سے پوری کر دو۔ حج میں کوئی نقص ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہمارے اس بندے نے ایک اَور حج بھی کیا ہوا ہے وہاں سے اس کمی کو پورا کر دیا جائے۔ غرض اگر یہ نوافل کا شوقین ہوگا تو اس کا حساب بجائے کم ہونے کے کچھ بڑھ ہی جائے گا اور اس زیادتی کی وجہ سے نہ صرف وہ اپنے حساب کو پورا کر دے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زائد انعامات کا بھی مستحق ہو جائے گا۔ پھر ہم کو یہ بھی تو دیکھنا چاہئے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں بندہ نوافل کے ذریعہ ہی خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل کرسکتا ہے۔[۳] اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ فرائض انسان کو صرف دوزخ سے بچاتے ہیں اور جو شخص سزا سے بچ جائے اس کے متعلق یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ خدا تعالیٰ کا مقرب بھی بن سکے۔ سزا سے بچ کر یہ اپنے لئے صرف اتنا حق قائم کر لیتا ہے کہ دوزخ میں نہ پڑے مگر اسے اس بات کا حق نہیں مل جاتا کہ خدا تعالیٰ کی مجلس میں بھی بیٹھ سکے۔ خدا تعالیٰ کی مجلس میں آنے کا حق انسان کو نوافل سے ہی حاصل ہوتا ہے اور میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص ایسا بھی ہو جو یہ کہے کہ میری عبادات کی صرف ایک ہی غرض ہے اور وہ یہ کہ مَیں جہنم میں نہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچوں یا نہ پہنچوں مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو تو اس کے متعلق سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دل محبتِ الٰہی سے بالکل خالی ہے۔

تو یہ حدیث بھی بتاتی ہے کہ نوافل انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب لے جانے والی چیز ہیں اور درحقیقت اعلیٰ روحانی کمالات انہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ فرضوں سے انسان صرف سزا سے بچتا ہے۔

تو رمضان کے ایّام میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر دو باتیں ظاہر کی ہیں ایک تو یہ کہ اگر ہم تہجد کے لئے

اُٹھنا چاہیں تو اُٹھ سکتے ہیں، دوسری بات جو سوچنے والی ہے یہ کہ آخر بچے بھی تو رمضان میں سحری کے وقت اُٹھتے ہیں۔ ہم نے تو دیکھا ہے بچوں کو سختی سے روکنا پڑتا ہے ورنہ وہ روتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بھی روزہ رکھیں گے اور خواہ انہیں نہ جگایا جائے رمضان میں سحری کے وقت ان کی آنکھ ضرور کھل جاتی ہے۔ پس ہمیں غور کرنا چاہئے کہ آخر وجہ کیا ہے کہ دوسرے ایّام میں تو بڑوں کی بھی آنکھیں نہیں کھلتیں اور رمضان میں بچوں کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ رمضان میں کثرت سے لوگ تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں اور جب کثرت سے لوگ اُٹھے ہوئے ہوں تو بچوں اور کمزور لوگوں کی بھی شور سے آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ بھی دوسروں کو کثرت سے تہجد پڑھتے دیکھ کر خود تہجد پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ جب کسی قوم میں کثرت سے نیکی کا کوئی کام ہو رہا ہو تو کمزور لوگوں کو بھی اس نیکی کے کرنے کی تحریک ہو جاتی ہے۔ تہجد کو ہی لے لو رمضان میں چونکہ کثرت سے لوگ تہجد پڑھتے ہیں اس لئے دوسروں کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور ان پر اٹھنا گراں نہیں گزرتا کیونکہ جب انسان دوسروں کو ویسا ہی کام کرتے دیکھتا ہے تو اس کی طبیعت سے بوجھ اُتر جاتا ہے اور وہ بھی شوق سے اس میں حصّہ لینے لگ جاتا ہے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباس جو اس وقت چھوٹے بچے تھے آپ کے ہاں سوئے ہوئے تھے۔ آپ کو تہجد کے لئے اُٹھتے دیکھا تو خود بھی اُٹھ کر تہجد کی نماز میں شامل ہو گئے۔[۴] حضرت ابن عباس کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات کے وقت تیرہ سال کی عمر تھی۔ اگر آپ کی وفات سے تین چار سال پہلے کا یہ واقعہ سمجھا جائے تو آپ نَو دس سال کے اس وقت ہوں گے۔ غرض جب بڑے تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں اُس وقت انہیں اٹھتے دیکھ کر بچوں کی بھی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ بھی ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ پس دوسرا سبق رمضان سے ہمیں یہ مِلا کہ اگر تہجد پڑھنے والوں کی کثرت ہو جائے تو کمزوروں کے لئے بھی اس عبادت کا بجالانا آسان ہو جاتا ہے۔ ہاں جب تہجد پڑھنے والوں کی قلت ہو تو پھر دوسروں کے لئے اُٹھنا مُشکل ہوتا ہے اور وہ جواب دے دیتے ہیں کہ یہ تو کسی ہمت والے کا کام ہے لیکن اگر عام طور پر لوگ تہجد کے لئے اُٹھتے ہوں تو پھر یہ نہیں کہتے کہ رات کو اُٹھنا کسی

ہمت والے کا کام ہے بلکہ اگر کوئی نہ اُٹھے تو وہ کہتا ہے کہ یہ امر میری سُستی پر دلالت کرتا ہے اور مجھے اس بات کا احساس ہے کہ مجھے اُٹھنا چاہئے۔

تو رمضان نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے ہمیں اس سبق کو یاد رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے اور نہ صرف تہجد پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہئے بلکہ مختلف اوقات میں نفلی روزے بھی رکھنے چاہئیں۔ اب کی دفعہ تو کچھ نفلی روزے اس مہینہ میں ہی آ گئے ہیں جو مَیں نے دُعاؤں کے لئے مقرر کئے ہیں مگر اس کے علاوہ بھی روزے رکھتے رہنا چاہئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ نفلی روزے رکھتے رہتے تھے۔ اوّل تو رمضان کے ہی بعض روزے رہ جاتے ہیں جنہیں دوسرے اوقات میں رکھنا ضروری ہوتا ہے مگر مَیں نے دیکھا ہے نماز کی پابندی کا تو لوگ خاص طور پر خیال رکھتے ہیں اور اگر ایک وقت کی نماز رہ جائے تو دوسرے وقت کی نماز کے ساتھ مِلا کر پڑھ لیتے ہیں لیکن رمضان کے روزے اگر رہ جائیں تو وہ بہت کم رکھے جاتے ہیں۔ اس طرح بھی ہر انسان کے ذمہ کافی حساب جمع ہوتا رہتا ہے اگر انسان رمضان کے علاوہ بھی روزے رکھتا رہے تو اس قسم کی کمی بآسانی پوری کر سکتا ہے۔ عورتوں کے لئے خصوصاً زیادہ مشکل ہوتی ہے کیونکہ بعض ایّام ان پر ایسے آتے ہیں جن میں روزہ رکھنا ان کے لئے جائز نہیں ہوتا بعض دفعہ بیمار ہو جاتی ہیں اور بعض دن گو بظاہر ایّامِ صحت ہوتے ہیں مگر چونکہ روزہ کا مُضِر اثر ان کی یا ان کے بچہ کی صحت پر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے ان دنوں میں وہ روزہ نہیں رکھ سکتیں۔ جیسے ایّامِ حمل ہیں یا رضاعت کے دن ہیں۔ ان دنوں میں روزہ رکھنے سے چونکہ بچہ کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے اس لئے شریعت انہیں رخصت دے دیتی ہے مگر بہرحال یہ روزے اَور دنوں میں رکھنے ضروری ہوتے ہیں جس کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔ اگر انسان نفلی روزے رکھنے کا عادی ہو تو پہلے وہ فرض روزے رکھے گا اور فرض روزوں کی ادائیگی میں اگر کوئی کمی رہ جائے گی تو اسے نفلی روزے پورا کر دیں گے۔ پس ہمیں رمضان کے بعد نفلی روزوں کی طرف خاص طور پر توجہ کرنی چاہئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ ہر جمعرات اور پیر کو روزہ رکھا کرتے اور حدیثوں سے تو پتہ چلتا ہے کہ بعض ایّام میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم متواتر نفلی روزے رکھا کرتے تھے[5] اور آپ کو دیکھ کر نفلی روزے رکھنے

کے متعلق صحابہ میں اس قسم کا جوش پیدا ہو گیا کہ ایک صحابی نے یہ عہد کیا کہ میں روزانہ روزہ رکھا کروں گا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بات کا علم ہؤا تو آپ نے فرمایا یہ ٹھیک نہیں اس طرح تمہاری صحت کو نقصان پہنچے گا۔ اس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! میرے اندر بہت طاقت ہے اور مَیں روزانہ روزہ رکھ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بے شک تم میں اس وقت طاقت ہے مگر طاقت ایک عرصہ تک ہی چلتی ہے ہمیشہ انسان کے اندر ایک جیسی طاقت نہیں رہتی۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا اگر نفلی روزے رکھنے کی تم میں بہت طاقت ہے تو ہر پیر اور جمعرات کو روزہ رکھ لیا کرو۔ اس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللہ! مجھ میں اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن نہ رکھا کرو۔ یہی صحابی جب بڑی عمر کے ہو گئے تو کہا کرتے تھے کہ کاش میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رخصت سے فائدہ اُٹھا لیتا کیونکہ اب روزے رکھنے مجھ پر کمزوری کی وجہ سے گراں گزرتے ہیں۔ مگر چونکہ مَیں نے خود ہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس رنگ میں روزے رکھنے کی اجازت حاصل کی تھی اس لئے اب مَیں چھوڑ نہیں سکتا۔[۶] تو زیادہ سے زیادہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے جو اجازت ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن روزہ رکھا جائے اور ایک دن نہ رکھا جائے اور جو شخص اس طرح روزے رکھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے صائم الدھر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے والا قرار دیا ہے۔[۷] مگر اس روایت کے یہ معنے نہیں کہ کبھی نفلی روزے یکے بعد دیگرے رکھنے جائز نہیں۔ یہ اس شخص کے لئے حُکم ہے جو ہمیشہ روزے رکھنا چاہے لیکن اگر کوئی شخص ایسا نہ کرتا ہو۔ ہاں کبھی کبھی پندرہ سولہ دن کے اکٹھے روزے رکھ لیتا ہو تو اس کے لئے ان ایّام میں روزانہ روزے رکھنا جائز ہے۔ خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ آپ بعض دفعہ پندرہ پندرہ بیس بیس دن مسلسل نفلی روزے رکھتے چلے جاتے۔ ہاں یہ جائز نہیں ہوتا کہ بغیر سحری کھائے یا بغیر افطار کئے مسلسل روزے رکھے جائیں۔ مثلاً افطاری تو کی مگر شام کا کھانا نہ کھایا اور سحری کھا کر دوسرا روزہ رکھ لیا۔ یا سحری نہ کھائی اور یونہی روزہ رکھ لیا۔ جسے ہمارے مُلک میں آٹھ پہرہ روزہ کہتے ہیں۔ اس قسم کے روزے متواتر رکھنے منع ہیں۔ رمضان کے ایّام میں اگر سحری کے وقت کسی کی آنکھ نہیں کھلتی تو اس وقت اس کے لئے روزہ چھوڑنا جائز نہیں وہ

بغیر سحری کھائے آٹھ پہرہ روزہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ فرضی روزے ہیں مگر دوسرے ایّام میں سحری کے بغیر نفلی روزے نہیں رکھنے چاہئیں۔ اگر کوئی غریب ہے اور اُسے سحری کے وقت کچھ کھانے کو نہیں مِلا تو یہ اَور بات ہے لیکن اگر کھانا موجود ہو اور پھر وہ سحری کے وقت نہ کھائے تو یہ طریق نفلی روزں میں جائز نہیں۔ (اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ صرف افطار پر کفایت کرے اور صبح شام کا کھانا کئی دن تک بند کئے رکھے۔)

اِسی طرح نمازیں ہیں۔ نمازوں میں بھی نوافل کی طرف خاص طور پر توجہ رکھنی چاہئے۔ چندے بھی بعض فرضی ہوتے ہیں اور بعض نفلی۔ اس میں بھی جماعت کی توجہ نفلی چندوں کی طرف بہت کم ہے۔ بعض تحریکیں ایسی ہوتی ہیں جو میری طرف سے ہوتی ہیں یا مرکز سلسلہ کے دوسرے اداروں کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تحریکیں دراصل فرضی چندہ کی صورت رکھتی ہیں مگر یہ کہ کوئی غریب مسکین سامنے آ جائے اور اس کی مدد کے طور پر انسان کچھ دے دے یہ نفلی چندہ ہے جس میں حصّہ لینا ضروری ہوتا ہے مگر مَیں نے دیکھا ہے جو فرضی چندے ہیں یا جن چندوں کی تحریک میری طرف سے یا دوسرے مرکزی اداروں کی طرف سے کی جاتی ہے ان میں تو ہماری جماعت کے دوست اچھا حصّہ لے لیتے ہیں مگر ایسے چندے جو نفلی ہوتے ہیں مثلاً کوئی غریب اور دُکھیا سامنے آ گیا اور اس کی حاجت روائی کر دی۔ اس میں بہت کچھ کمی ہے حالانکہ نفلی چندے بھی بہت کچھ انسان کی اصلاح کا موجب ہوتے ہیں۔ اسی طرح حج کا فریضہ ہمارے مُلک میں بہت کم لوگ ادا کرتے ہیں اور جو حج پر جاتے ہیں وہ زیادہ تر ایسے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ گویا جن پر حج فرض نہیں وہ تو حج کرنے چلے جاتے ہیں اور جن پر حج فرض ہے ان میں سے بہت کم حج کرنے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مُلک میں سات کروڑ مسلمان ہیں اور ان سات کروڑ مسلمانوں میں سے سات آٹھ لاکھ آدمی ہمیشہ ایسا ہوتا ہے جس پر حج فرض ہوتا ہے مگر حج پر جانے والے بیس پچیس ہزار سے زیادہ نہیں ہوتے اور ان میں سے بھی اکثر وہ ہوتے ہیں جن پر حج فرض نہیں ہوتا۔ وہ یا تو غریب اور مسکین ہوتے ہیں یا وہ مصیبت زدہ ہوتے ہیں جن کو اپنے چین اور اطمینان کا اور کوئی ذریعہ نہیں ملتا اور وہ چاہتے ہیں کہ حج کر کے ہی اپنے دل کو ٹھنڈک پہنچا لیں۔ مثلاً ایک غریب بیوہ ہے، خاوند اس کا

مَر چکا ہے اور اس کے دل میں دُکھ اور درد ہے اور وہ اپنے دُکھ اور درد کو دُور کرنے کا ذریعہ یہی دیکھتی ہے کہ حج کر آئے شاید اسی طرح اس کے دل کو سکون نصیب ہو یا کوئی بُڈھا ہے اُس کی بیوی مَر چکی ہے اور اب اس کا دل بھی دُنیا سے سرد ہو چُکا ہے۔ وہ اُٹھتا ہے اور آخرت کا توشہ جمع کرنے کی نیت سے حج کے لئے چل پڑتا ہے۔ گویا ان کا حج حج نہیں ہوتا بلکہ ان کے زخمی دلوں کے لئے ایک مرہم ہوتی ہے۔ وہ دُکھیا ہوتے ہیں، مصیبتوں اور غموں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ انہیں چین اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں آؤ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد اور آپ کا آخری مقام جا کر دیکھ آئیں۔ وہاں جا کر ہم دُعا کریں گے شاید اللہ تعالیٰ اسی طرح ہمارے دل کو تسلی دے دے اور یا پھر بعض لوگ صرف اس لئے حج کرتے ہیں کہ لوگوں میں وہ حاجی کہلا سکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک قصّہ سُنایا کرتے تھے۔ فرماتے تھے ایک حاجی لوگوں کی دعوتیں کرنے کا بہت شوقین تھا مگر محض اپنے حج جتانے کے لئے چنانچہ جب وہ دسترخوان پر بیٹھتا تو نوکر کو آواز دیتا کہ ارے! جلدی وہ سِلَفْچی [8] لانا جو مَیں پہلے حج پر لایا تھا اور دیکھنا آفتابہ [9] وہ لانا جو دوسرے حج پر مَیں لایا تھا اور دسترخوان یہ تم نے کیا بچھا دیا وہ دسترخواں لاؤ جو تیسرے حج پر مَیں لایا تھا۔ اِسی طرح وہ اپنے ساتھ آٹھ حج گنوا جاتا۔ ایک دفعہ کسی نیک آدمی کی اس نے دعوت کی اور جب کھانا کھانے کے لئے بیٹھا تو اسی طرح اس نے اپنے حج گنانے شروع کر دیئے۔ وہ بزرگ سُن کر کہنے لگے مَیں کھانا تو بہرحال کھا لوں گا۔ آپ اپنے حج کیوں خراب کرتے ہیں۔

تو ایک طبقہ ایسا ہے جو محض حاجی کہلانے کے لئے حج کرنے جاتا ہے۔ ایک طبقہ ایسا ہے جو اپنے زخمی اور مجروح دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے حج کرنے جاتا ہے۔ ایک طبقہ ایسا ہے جو محبت اور خلوص سے حج کرنے جاتا ہے مگر حج اس پر فرض نہیں ہوتا۔ اس کا حج چاہے ایک دفعہ ہو یا دو دفعہ بہرحال نفلی حج ہی ہوتا ہے کیونکہ حج اس پر فرض نہیں ہوتا۔ ہاں اپنی اس محبت اور عشق کے جوش میں جو اسے خدا اور اس کے رسول سے ہوتا ہے مکّہ مکرمہ کی طرف کھچا چلا جاتا ہے مگر چونکہ حج اس پر فرض نہیں ہوتا اس لئے اس کا حج نفلی حج ہی قرار پاتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی انسان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو اور وہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال دے تو اس کی زکوٰۃ نفلی صدقہ وخیرات میں شمار ہو گی۔ غرض بہت تھوڑا طبقہ ایسے لوگوں کا ہوتا ہے جن پر حج فرض ہوتا ہو اور وہ

اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے حج کرنے جاتے ہوں۔ حالانکہ جن پر حج کرنا فرض ہو اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ حج کرنے جائیں بلکہ اگر وہ فرضی حج ادا کرنے کے بعد نفل کے طور پر ایک اور حج کرکے اپنے حج کے رُکن کو مکمل کرلیں تو یہ اور بھی اچھی بات ہے تاکہ فرض حج میں اگر کچھ کمی رہ گئی ہو تو نفلی حج سے وہ پوری ہو جائے۔

جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں نفلی عبادتوں کا مقام مقامِ شفاعت ہے۔ شفع کے معنے جُفت کے ہوتے ہیں اور جس قدر فرائض ہیں وہ بھی اکیلے انسان کے کام نہیں آ سکتے بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ نوافل کو ملایا جائے۔ اکیلا فرض حج ایسی چیز نہیں جو انسان کو کامل فائدہ پہنچا سکے۔ جب تک اس فرض حج کے ساتھ کسی نفلی حج کو بھی شامل نہ کیا جائے یہی حال اور فرائض کا ہے۔ پس جس طرح شفاعت میں ایک جوڑ اور اتحاد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح فرائض کے ساتھ بھی جوڑ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ جوڑ نوافل سے ہوتا ہے۔ پس نفلی عبادات شفاعت کا رنگ رکھتی ہیں جیسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری اُمت میں سے سب سے زیادہ میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہوگا جس نے سچے دل سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا۔[۱] اب جس نے سچے دل سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ہوگا وہ تو پہلے ہی نجات یافتہ ہوگا اس کے لئے کسی شفاعت کی ضرورت کیا ہوگی۔ اس میں بھی درحقیقت اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان خواہ کس قدر خلوص کے ساتھ عبادات بجالائے پھر بھی کوئی نہ کوئی کمی رہ جاتی ہے جس کے لئے شفاعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اصل میں کامل فرد جو اکیلا ہو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ باقی خواہ فرشتے ہوں، خواہ انسان ہوں، خواہ اعمال ہو، خواہ اعتقادات ہوں سب جوڑا کے محتاج ہیں۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ بے شک اپنی ذات میں انسان کو نجات دلانے والا ہے مگر پھر بھی کئی قسم کی کمی رہ جاتی ہے اور یہ کمی اسی وقت دُور ہو سکتی ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے ساتھ شامل ہو جائے بلکہ کلمہ طیبہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے الفاظ کا اضافہ اسی شفاعت کے مسئلہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ جب لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ دیا تو وہی کافی تھا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی اس کے ساتھ کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے زیادہ میری شفاعت کا مستحق وہ شخص ہوگا جس نے سچے دل سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیا ہو۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں مَیں نے ایک دفعہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشِفَاعَتِکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ آپ کی شفاعت سے سب سے زیادہ حصّہ لینے کی سعادت قیامت کے دن کون شخص حاصل کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا ابو ہریرہؓ! مجھے پہلے ہی یہ خیال تھا کہ چونکہ تم مجھ سے بہت باتیں دریافت کرتے رہتے ہو اس لئے یہ سوال بھی تم ہی مجھ سے پوچھو گے۔ پھر آپؐ نے فرمایا اے ابو ہریرہؓ! قیامت کے دن میری شفاعت میں سے سب سے زیادہ وہ شخص حصّہ لے گا مَن قَالَ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جس نے سچے دل سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ دیا ہو۔ اب ایک طرف تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ میری شفاعت میں سے سب سے زیادہ وہ شخص حصّہ لے گا جو خلوص دل سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے گا اور دوسری طرف آپ یہ فرماتے ہیں کہ مَنْ قَالَ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ[11] کہ جس نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ اب ادھر آپ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے کے ساتھ ہی انسان کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اور دوسری طرف آپؐ یہ فرماتے ہیں کہ جو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے گا اسے میری شفاعت میں سے حصّہ ملے گا۔ یہ بظاہر دو متضاد باتیں دکھائی دیتی ہیں مگر دراصل متضاد نہیں اور اس کے معنے درحقیقت یہی ہیں کہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ خلوص دل اور پوری احتیاط کے ساتھ کہنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کے باوجود انسان سے کوئی نہ کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ پس وہ جو اپنی طرف سے عمل کی پوری کوشش کرتا ہے مگر پھر بھی انسانی کمزوریوں کی وجہ سے اس سے کوئی نہ کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے اس کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ رکھا۔ یہ بتانے اور واضح کرنے کے لئے کہ تم لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تو کہہ رہے ہو اور اس کے مطابق عمل کرنے کی بھی کوشش کرو گے مگر یاد رکھو تم سے پھر بھی کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور ہو جائے گی۔ اس لئے ہم تمہیں بتا دیتے ہیں کہ تم اس کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو بھی یاد رکھنا۔ وہی ہیں جو تمہاری اس قسم کی کمی کو اپنی شفاعت سے پورا کر دیں گے۔ پس جس نے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا وہی ہے جو نجات پانے کا مستحق ہے۔ بیشک اپنی ذات میں لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بھی کافی ہے مگر کافی چیز

میں بھی کوئی نہ کوئی نقص رہ جاتا ہے۔ پس پوری نیت، پورے اخلاص، پوری کوشش اور پوری سعی کے بعد جو نقص رہ جائیں گے ان کے دفعیہ کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کریں گے اور کہیں گے یا اللہ یہ مجھ سے ملتا جلتا ہے۔ صرف تھوڑی سی اس میں کمی ہے تُو میری دُعا اور التجا کی برکت سے اس کمی کو پورا فرما دے۔ گویا شفاعت کیا ہے وہی وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے کہ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔[12] اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے اور اس کا قُرب حاصل کرنے کے خواہاں ہو تو میری اتباع کرو۔ جب کوئی میری اتباع کرے گا تو خدا کہے گا یہ بھی میرے محمد جیسا ہے۔ آؤ اسے بھی مَیں اپنی گود میں بٹھا لوں۔ پس اگر تم میری اتباع کرو کے تو یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ خدا تم سے محبت کرنے لگ جائے گا اور وہ کہے گا کہ اس کی شکل بھی میرے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل کے مشابہہ ہے جیسے اگر اپنے بچہ کی شکل سے کسی اور بچے کی شکل ملتی جلتی ہو تو انسان اسے پیار کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح خدا اس شخص سے پیار کرنے لگ جاتا ہے جس کی روحانی شکل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل سے ملتی جلتی ہو۔

میرے بچپن کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے جو نقش فی الحجر کی طرح میرے دماغ میں محفوظ ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل کا ایک لڑکا ایک دفعہ فوت ہو گیا۔ یہ عبدالحیٔ مرحوم سے پہلے کی بات ہے۔ مجھے اب اس وقت صحیح طور پر یاد نہیں کہ وہ آپ کا لڑکا تھا یا نواسہ۔ بہرحال وہ آپ کے گھر کا ہی کوئی بچہ تھا۔ ہمارے گھر سے والدہ وغیرہ بھی ادھر گئیں۔ ان دنوں ہمارے گھر میں ایک ملازمہ تھی جس نے مجھے دودھ بھی پلایا تھا۔ وہ ملازمہ والدہ کے ساتھ ہی تھی جب حضرت خلیفہٴ اوّل کے مکان پر وہ پہنچی تو وہ ملازمہ اتنا روئی اتنا روئی کہ گھر والوں کو بھی بچہ کی وفات پر اتنا رونا نہ آیا تھا اس کی ہچکی بندگئی اور رونا ختم ہونے میں ہی نہ آتا تھا۔ سب کو تعجب ہوا کہ یہ کیوں اس قدر رو رہی ہے مگر کسی کی سمجھ میں یہ راز نہ آتا تھا۔ آخر والدہ صاحبہ نے اس سے پوچھا کہ تم اتنا کیوں رو رہی ہو؟ ضرور اس میں کوئی بھید ہے۔ پہلے تو اس نے نہ بتایا مگر جب اُنہوں نے زیادہ اصرار کیا تو وہ کہنے لگی کہ اصل بات یہ ہے کہ جب بچے کا جنازہ نکلا اور اس کے ساتھ مَیں نے پیر منظور محمد صاحب کو دیکھا تو ان کو دیکھ کر مجھے اپنا ایک بھائی یاد آ گیا جو عین جوانی کے

عالَم میں وفات پا چُکا تھا۔ وہ کشمیرن تھی اور اس کا بھائی بھی نہایت مضبوط جوان اور گورے رنگ کا تھا اور پیر منظور محمد صاحب بھی اپنی جوانی کے عالم میں بہت مضبوط جسم کے تھے اور ان کا رنگ بھی خوب گورا تھا۔ پس انہیں دیکھ کر اس ملازمہ کو اپنا بھائی یاد آ گیا اور اس وجہ سے وہ خوب روئی۔ تو مشابہت بھی انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے بلکہ شکل کی مشابہت تو الگ رہی جنس کی مشابہت بھی بعض دفعہ اپنی توجہ کھینچے بغیر نہیں رہتی۔ آدمی سے آدمی یاد آ جاتا ہے اور بچے سے بچہ۔ چاہے ان دونوں کی شکل کی آپس میں کوئی نسبت ہی نہ ہو۔ بدر کی جنگ میں ایک عورت دیوانہ وار اِدھر اُدھر دوڑ رہی تھی اور جہاں کہیں اسے کوئی بچہ نظر آتا اُسے اُٹھاتی گلے سے چمٹاتی اور پیار کر کے چھوڑ دیتی اور دیوانہ وار پھر دوڑ پڑتی۔ پھر کوئی اور بچہ نظر آتا تو اُسے سینہ سے چمٹاتی، پیار کرتی اور اُسے وہیں چھوڑ کر پھر آگے دوڑ پڑتی۔ یہاں تک کہ آخر اُسے ایک بچہ مِلا اس نے اس بچہ کو اُٹھایا، سینہ سے لگایا اور پھر اُسے گود میں لے کر میدانِ جنگ میں ہی بیٹھ گئی اور اس کا تمام کرب اور اضطراب جاتا رہا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے فرمایا۔ تم نے اس عورت کو دیکھا؟ اُنہوں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! دیکھا۔ آپ نے فرمایا تم نے دیکھا کس طرح یہ مجنونانہ طور پر اِدھر اُدھر پھر رہی تھی؟ جہاں اسے کوئی بچہ نظر آتا اُسے اُٹھاتی پیار کرتی اور پھر ایک دیوانگی اور جنون کی حالت میں دوڑ پڑتی۔ مگر جب اس کو اپنا بچہ مل گیا تو اس کا تمام کرب اور اضطراب جاتا رہا اور وہ آرام سے اسے گود میں لے کر بیٹھ گئی۔ پھر آپ نے فرمایا جس طرح یہ عورت اپنے بچہ کی تلاش میں مجنونانہ طور پر پھر رہی تھی اور اپنے بچہ کے لئے مضطرب اور بے تاب تھی اسی طرح خدا بھی اپنے گمراہ بندے کے لئے بے تاب ہوتا ہے اور جب وہ بندہ توبہ کر کے اس کے حضور حاضر ہوتا ہے تو اسے ایسی ہی راحت حاصل ہوتی ہے جیسی اس عورت کو اپنا بچہ پا کر حاصل ہوئی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔[۱۳]

تو مشابہتیں بلکہ بعض دفعہ ناقص مشابہتیں بھی انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس عورت کو اپنے بچہ کی تلاش میں جب مجنونانہ وار ادھر اُدھر دوڑتے دیکھا تو آپ کو یہ نظارہ دیکھ کر وہ نظارہ یاد آ گیا جو ایک گنہگار بندہ کے توبہ کرنے پر عالَمِ بالا میں رونما ہوتا ہے اور یہ ناقص مشابہت آپ کے ذہن کو اس واقعہ کی طرف کھینچ کر لے گئی۔

تو جو شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرے گا اور آپ کا نقش اپنے اندر پیدا کرے گا قیامت کے دن وہ کیوں خدا کو پیارا نہیں ہوگا اور کیوں وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محبوب نہیں ہوگا اور شفاعت کے معنے بھی یہی ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ بھی میرے ساتھ ملتا ہے، یا اللہ وہ بھی میرے ساتھ ملتا ہے اور جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملتا جلتا ہوگا یہ ناممکن ہے کہ خدا اُس سے محبت نہ کرے۔

تو اعمال میں کمال پیدا کرنے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ انسان نوافل ادا کرے تا کہ اس کی جو کوتاہیاں ہیں وہ دور ہو جائیں او جو زائد نیکیاں ہوں وہ اسے اللہ تعالیٰ کے اور زیادہ انعامات کا مستحق بنا دیں۔

درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات فرض سے مشابہت رکھتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات نفل سے۔ جس طرح فرضوں کے ساتھ نوافل کا ہونا ضروری ہے اسی طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنا بھی ضروری ہے اور جس طرح نوافل کے بغیر اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل نہیں ہوسکتا اسی طرح کوئی شخص اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں بن سکتا جب تک وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامل اطاعت نہ کرے۔

یہ سبق ہے جو ہماری جماعت کو نہ صرف رمضان میں بلکہ رمضان کے بعد بھی یاد رکھنا چاہئے مگر بہت لوگ ایسے ہیں جو عید کے دن ہی سبق ان کو بھول جاتے ہیں۔ وہ رمضان میں روزے رکھیں گے، تہجد پڑھیں گے، تلاوت قرآن کریم کریں گے، ذکر الٰہی اور دُعاؤں پر زور دیں گے مگر جونہی عید آئے گی وہ نیکی کے اس جُبّہ کو اُتار کر رکھ دیں گے اور کہیں گے اب یہ جُبّہ اگلے سال رمضان میں پہن لیں گے جس طرح غریب لوگ اپنے بعض اچھے کپڑے سنبھال کر رکھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کپڑوں کو ہم عید یا شادی بیاہ کے موقع پر پہنیں گے۔ اسی طرح وہ عبادت کا جُبّہ رمضان میں تو پہنے رہتے ہیں جونہی عید کا دن آتا ہے اس جُبّہ کو اُتار دیتے ہیں اور کہتے ہیں اب یہ جُبّہ اگلے رمضان کو پہنیں گے حالانکہ عبادات کا جُبّہ رکھنے کے لئے نہیں بلکہ پہننے کے لئے ہوتا ہے۔ باقی تمام کپڑے پہننے سے رفتہ رفتہ پھٹ جاتے ہیں مگر یہ وہ جُبّہ ہے کہ اسے جتنا زیادہ پہنیں اُتنی ہی زیادہ اس میں صفائی پیدا ہوتی ہے۔ پس بجائے اس کے کہ عید کے دن ہی

اس جُبّہ کو اُتار دیا جائے کوشش کی جائے کہ یہ جُبّہ تمہارے جسم سے نہ اُترے کیونکہ جتنا زیادہ یہ تمہارے تن پر رہے گا اُتنی ہی زیادہ اس میں صفائی پیدا ہوگی۔

مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اس رمضان سے ہماری جماعت کے دوست یہ فائدہ اُٹھائیں گے اور کوشش کریں گے کہ نفلی عبادات کا جو خدا تعالیٰ نے انہیں موقع دیا تھا اسے ضائع نہیں کریں گے بلکہ ہمیشہ اس سے فائدہ اُٹھاتے رہیں گے تاکہ اگلا رمضان پہلے سے بھی بہتر حالت میں آئے اور درمیانی نوافل ان کی تمام قسم کی کوتاہیوں اور کمیوں کو پورا کر دیں۔ خواہ وہ نماز کی قسم میں سے ہوں یا زکوٰۃ کی قسم میں سے ہوں یا روزوں کی قسم میں سے ہوں یا حج کی قسم میں سے ہوں۔ جب وہ ایسا کریں گے تو چونکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مشابہہ ہو جائیں گے اس لئے وہ شفاعت کے مستحق ہوں گے اور انہی کا کہا ہوَ اَلَااِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہ حقیقی معنوں میں لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہوگا۔''

(الفضل ۲ ر دسمبر ۱۹۳۹ء)

۱؎ سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ باب کم فرضت الصلوٰۃ فی الیوم واللّیلۃ الطبعۃ الاولیٰ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۹۹۱ء

۲؎ صحیح بخاری کتاب الصوم باب مَن لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ والعمل بہٖ فِی الصَّومِ

۳؎ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

۴؎ صحیح بخاری کتاب الوضوء باب قراءۃ القرآن بعدالحدث

۵؎ سنن ابن ماجہ کتاب الصیام باب ما جاء فی صیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۶؎ صحیح بخاری کتاب الصوم باب حق الجسم فی الصوم

۷؎ بخاری کتاب الصوم باب صوم داؤد

۸؎ سِلَفْچی: (سِلَپْچی) ہاتھ دھونے کا برتن ۹؎ آفتابہ: ڈھکنے دار اور دستہ لگا ہوا لوٹا

۱۰؎ تفسیر طبری زیرآیت وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (مریم:۷۲) مطبوعہ ۲۰۰۰ء

۱۱؎ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب المساجد فی البیوت

۱۲؎ ال عمران :۳۲

۱۳؎